شذرات

اس برصغیر میں مسلمانوں کی اپنی ایک اسلامی و قومی آزاد مملکت کے معرض وجود میں آنے کی وجہ سے انہیں پہلی بار اپنے تمام سیاسی، معاشی، اجتماعی، اور دینی مسائل سے جمہوری طریقہ کار پر عہدہ برآ ہونے کا موقع ملا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو اپنی طویل تاریخ میں اس طرح کے مسائل سے برابر سابقہ پڑتا رہا ہے۔ اور ان سے وہ نمٹتے بھی رہے ہیں، لیکن اُن ایام میں آخری فیصلہ کن طاقت مسلمان جمہور کی نہیں ہوتی تھی۔ ان مسائل کے بارے میں خلفاء و سلاطین اور ان سے متعلق علماء جن فیصلوں پر پہنچتے، ان کا عملی نفاذ کردیا جاتا، اور جمہور انہیں طوعاً و کرہاً مان لیتے۔ اگر کسی گروہ کو اختلاف ہوتا اور وہ ہیئتِ حاکمہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کو تیار نہ ہوتا، تو وہ ایک مذہبی فرقہ کی شکل اختیار کرلیتا۔ پھر وہ اپنے الگ اور مستقل وجود کو قائم رکھنے اور دوسروں سے اسے منوانے کے لئے جدّ و جہد کرتا رہتا۔ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں مسلمانوں میں اکثر مذہبی فرقے اس طرح بنے اور امت ہفتاد و دو گروہوں میں یوں تقسیم ہوئی۔

اب اتفاق سے یہ صورت نہیں رہی۔ دنیا کے ہر حصے میں مسلمانوں کی قومی و جمہوری مملکتیں وجود میں آرہی ہیں، جن میں قومی حکومتوں کے نظم و نسق کو حتی الوسع زیادہ سے زیادہ اپنے جمہور کی مرضی اور ان کی پسند اور ناپسند کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ اور یہ کہ "السلطان ظل اللہ" ہے اور اس کی اطاعت خداوند تعالےٰ

کی اطاعت ہے، یہ تصور عام مسلمانوں کے ذہنوں سے ختم ہو گیا ہے۔ اب لامحالہ ایک اسلامی مملکت کی ہیئت حاکمہ کو جمہور مسلمانوں کے رجحانات، ان کی انفرادی و اجتماعی ضرورتوں اور ان کے مصالح و مفادات کا خیال کرنا ہوگا اور اسی کے پیش نظر اپنی ملکی و انتظامی پالیسیاں بنانا ہوں گی۔ آج کے دور میں کاروبار حکومت میں جو روز بروز قومی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہوتا جا رہا ہے، رائے عامہ کا عمل دخل برابر بڑھ رہا ہے اور کوئی بھی ہیئت حاکمہ خواہ وہ براہ راست نمائندہ اداروں سے آئینی طور پر کتنی آزاد کیوں نہ ہو، رائے عامہ کی مرضی کے خلاف قانون سازی نہیں کر سکتی اسے بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنے جمہور کے رد عمل کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کے مطابق اپنی پالیسیاں وضع کرنا پڑتی ہیں

اس کے ساتھ ساتھ انہی دنوں دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح پاکستان میں بھی ایک اور صورت حال بروئے کار آ رہی ہے اور وہ یہ کہ مملکت کے دفاع، اس کے سیاسی استحکام، اس کی معاشی تعمیر و ترقی اور معاشرتی فلاح و بہبود کی ضرورتیں اس امر کی متقاضی ہیں کہ اس کے بسنے والے عوام میں زیادہ سے زیادہ جذباتی ہم آہنگی ہو وہ اپنے آپ کو ایک وحدت سمجھیں اور سب مل کر اس مملکت کو جس کے وہ برابر کے شہری ہیں اور نہ صرف وہ اس کے اقتدار میں شریک ہیں بلکہ اس کا استحکام ان کی حفاظت کا ضامن اور اس کی خوش حالی خود ان کی خوش حالی ہے مضبوط بنائیں اور اسے مستحکم بنیادوں پر کھڑا کریں۔ اس میں ان کا بھلا ہے ان کی آئندہ آنے والی نسلوں کا بھلا ہے۔ اور اسی سے ان کا تمام تر مستقبل وابستہ ہے

گزشتہ صدیوں میں مسلمانوں میں مختلف مذہبی فرقوں کا کس طرح ظہور ہوا۔ اس کے کون سے سیاسی، تاریخی اور فکری اسباب تھے اور ان فرقوں کی آپس میں کیا کیا چپقلشیں ہوئیں، اس بحث میں پڑے بغیر جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہر اسلامی مملکت کی ملکی و قومی ضرورتیں اس کے عوام کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ عہد ماضی کے فرقہ وارانہ اختلافات سے قطع نظر کر کے فکری و عملی ہر دو لحاظ سے متحد ہوں، اور جن مسائل سے انہیں دوچار ہونا پڑ رہا ہے انہیں حل کرنے کی کوششیں کریں ان مسائل کے صحیح حل ہی پر ان کی زندگی کا انحصار ہے اور یہ کسی ایک گروہ سے خاص نہیں بلکہ مملکت کے سارے باشندوں کو بحیثیت مجموعی ان سے سابقہ پڑتا ہے اور وہ تمام مل کر ہی ان سے نمٹ سکتے ہیں

ان حالات میں اس قسم کی علیحدگی پسند مذہبی فرقہ پرستی سے، جس کی وجہ سے سب مسلمانوں کو ایک جیسا مسلمان سمجھنے کے بجائے ان کے درمیان کفر و اسلام کی دیواریں کھڑی کی جائیں، آج اگر ہر فرقے کے باشعور طبقوں میں ایک عام بیزاری پائی جاتی ہے، تو یہ چنداں غیر متوقع نہیں۔ اب انفرادی و اجتماعی اور ملکی و قومی ضرورتیں تو ایک مملکت کے تمام مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا مطالبہ کرتی ہیں اور یہ علیحدگی پسند فرقہ پرستی ہے، جو ان میں افتراق و انشقاق پیدا کرنے کی داعی ہے۔ ظاہر ہے یہ تضاد زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا۔ اسلامی و قومی اتحاد و اتفاق کی قوتیں یقیناً زور پکڑیں گی اور ان کے سامنے علیحدگی پسند فرقہ پرستی کو پسپا ہونا پڑے گا۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے مختلف مذہبی فرقوں کے باشعور طبقوں میں آج کل اس قسم کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور وہ یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ یہاں اسلامی عقائد اور اصول و مبادی کی ایک ایسی عمومی وحدت ہونی چاہیئے، جو تمام فرقوں کے مسلمانوں کو اپنے اندر لے سکے، اور وہ مختلف فرقوں میں بٹتے ہوئے جن کی کہ اپنی اپنی جگہ ایک تاریخی حیثیت ہے، اسلام کی بڑی وحدت میں آسکیں اور اس طرح وہ سب ایک ہو کر اس مملکت اور اس قوم کی ترقی و سربلندی میں کوشاں ہوں۔

آج ضرورت اس رجحان کو تقویت دینے اور اس کے لئے فکری و علمی و تعلیمی سازگار فضا پیدا کرنے کی ہے۔ مادی و تاریخی حالات تو اس رجحان کے حق میں ہیں ہی بے شک ہر فرقے کی اپنی اپنی مذہبی تنظیمیں قائم رہیں، اور ان کی مخصوص مذہبی تعلیم کے ادارے بھی کام کرتے رہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر مذہبی تعلیم کی اس طرح کی جامعات بھی قائم ہوں جیسی کہ پچھلے دنوں محکمہ اوقاف مغربی پاکستان نے بہاولپور میں قائم کی ہے۔ تو ہمارے خیال میں اس سے اسلامی یگانگت اور قومی وحدت کے رجحان کو بڑی مدد ملے گی۔ اور اسلامی مذہبی تعلیم جو اس وقت تک زیادہ تر فرقہ وارانہ طور پر دی جاتی ہے، وہ جامع اور قومی بنیادوں پر دی جانے لگے گی اور اس سے وہ مقصود حاصل ہو سکے گا، جو آج کی ضرورت ہے اور اسلام بھی اس کا متقاضی ہے۔

جامعہ اسلامیہ بہاولپور کو صحیح معنوں میں اسلامیہ کے ساتھ ساتھ جامعہ یعنی یونیورسٹی بھی ہونا چاہیئے جس طرح ایک یونیورسٹی میں مختلف علوم و فنون پڑھائے جانے کی وجہ سے ایک عمومی و جامع علمی و فکری فضا پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں مختلف اسلامی علوم و فنون اور مختلف اسلامی مکاتب فکر کے بارے میں اس طرح کی فضا پیدا کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے۔ یہی آج اسلام کی حقیقی روح ہے۔ اسی میں مسلمانوں کی دنیوی و اخروی فلاح ہے اور پاکستان کے استحکام اور اس کی ترقی کا انحصار بھی اسی پر ہے۔